Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

Historical, Cultural, and Literary Background of Dera Ghazi Khan: A Research Review

ڈیرہ غازیخان کا تاریخی، ثقافتی اور ادبی پس منظر: ایک تحقیقی جائزہ

M.Zeshan Akram
M.Phil Scholar Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: zeeshanleghari65@gmail.com

Dr. Sohail Akhtar Sakhani
Lecturer History GU, D.G Khan
Email: sakhtar@gudgk.edu.pk
Orcid ID: https://orcid.org/ 0000-0002-9344-7551

Iqra Nazeer Malghani
Visiting Lecturer, PhD Scholar, Department of History GU, DGK
Email: iqramalghani919@gmail.com

Abstract

History and historical facts are linked with the cultural heritage of an area. History and fiction are reciprocal in every civilization. History is the study of human progress and fiction is also the tool of expression of the people. Men had always been used history and fiction for his identity and preserve their past and present for future. Like other regions, Dera Ghazi Khan has also a great historical and literary perspective through ages. The intellectuals served and contributed through different discipline as historical writings, poetry, prose, and journalism. The intellectuals proved that Dera Ghazi Khan is not a backward region but a fertile land of history, culture and literature. This research paper explores and highlights the historical, cultural and literary background of Dera Ghazi Khan.

Keywords: Culture, Dera Ghazi Khan, Fiction, History, Literature, Progress

تعارف

تاریخ ثقافت اور ادب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ کسی بھی علاقے کی پہچان شمار ہوتے ہیں۔ وادی سندھ کے دیگر علاقوں کی طرح سرزمین ڈیرہ غازیخان تہذیبوں کا مرکز اور عصر حاضر میں تاریخی، سماجی و ادبی سرگرمیوں کا مرکز و امین ہے۔ شہر ڈیرہ غازیخان کی بنیاد بلوچ قبائل میں سے میرانی قبیلے کے سردار حاجی خان بلوچ نے اپنے پسر کبیر غازی خان کے نام پندرھویں صدی کے آخر میں رکھی۔ اور یہ ایک نیم باجگوار اور نیم آزاد ریاست تھی۔ میرانی، درانی، سکھ اور برطانوی

CC BY

سامراج نے یکے بعد دیگرے اس خطے پر حکومت کی۔ سیاسی حوالے کے ساتھ شاندار تہذیبی، ثقافتی اور سماجی روایات کی یہ دھرتی سرزمین اولیاء بھی ہے۔ سلسلہ چشت کے بزرگان کا اثر وسیع ہے۔ دور افتادہ ہونے کے باوجود یہاں تاریخ کی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ سیاست و ثقافت ہی نہیں علمی وادبی محافل کے ساتھ شعر و سخن بھی یہاں پروان چڑھا۔ عربی و فارسی، اردو سرائیکی، بلوچی و سندھی، پنجابی ادب کے ساتھ قدیم دور یہں سنسکرت بھی یہاں سندھو دریا کے کنارے پنپتی رہی۔ یہاں شعراء وادیب اپنے قلم کی طاقت سے شعور کی آبیاری کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ خطہ ادب کی ترویج میں نمایاں کردار کا حامل رہا ہے۔ صوفیاء کرام نے صرف تبلیغ کا کام ہی نہیں کیا بلکہ علم وادب کی سرپرستی کی۔ مدارس کا قیام اور تصانیف نے ادبی روایات کو جنم دیا۔ خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے خواجہ غلام فرید کی صوفیانہ شاعری ہو یا نور محمد سائل سے رمضان طالب، بربط تونسوی سے فیض سکھانی، شعراء، ادباء، علماء، مورخین و محققین کی مساعی جمیلہ کی ادبی خدمات کا عکس جھلکتا نظر آئے گا۔ اس سرزمیں سے حضرت علامہ اقبال کا انس اور انکی ادبی مراسلت یہاں کی علمی وادبی ذرخیزی کا ثبوت ہے۔ محمد رمضان عطائی، خواجہ نظام الدین تونسوی اور ربنواز کھتران کی شاعری موتی پروتی نظر آتی ہے۔ مولوی غلام حیدر، مولوی صالح، استاد ہمدم تونسوی، لالہ بربط اور استاد فاتح، قادر بزدار، سردار اسلم ملغانی اور سعیدہ افضل کے ساتھ سلیم فراز، عزیز شاہد نے ادبی منظر نامے کو جلا بخشی۔ انگریزی افسران کی تاریخ نگاری سے گزرتی ہوئی تاریخی روایت حکم چند سے عصر حاضر تک پہنچی۔ مختلف مقامی مورخین نے اپنے زور قلم سے اس خطے کے مختلف پہلوؤں پر لکھ کر تاریخی وادبی روایت کو محفوظ کیا۔ ڈیرہ غازیخان کے خطے میں کئی ایسی نامور ہستیاں ہیں جنہوں نے علم وادب میں جہاں اپنا سکہ منوایا وہیں اس خطے میں ادبی فضا اور ماحول کو جلا بخشنے میں کردار ادا کیا۔ یہ تحقیقی مضمون بنیادی طور پر طلبہ اور سنجیدہ محققین جو تاریخ وادب کو جدید عصری اصولوں کی روشنی میں لکھنے کے اصولوں سے آشنا ہیں ان کیلئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ اس کے ساتھ یہ مضمون تاریخ وادب کے محققین کیلئے تحقیق کے نئے راستے فراہم کرتا ہے جو یقینا علاقائی تاریخ وادب میں اہم ہے

تحقیقی طریقہ کار

تاریخی وادبی تحقیق محض ہوا میں تیر چلانے کا نام نہیں بلکہ کچھ بنیادی تحقیقی اصولوں کے تابع ہے۔ یہ تحقیقی مضمون تاریخی پیرائے میں لکھا گیا ہے اور اس کا تحقیقی متن تاریخی تحقیقی طریقہ کار اور تاریخی تنقید کو مد نظر رکھ کر استخراجی واقداری کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ چونکہ تاریخی تحقیقی طریق کار کو اختیار کیا گیا ہے اس لیئے اس کی تیاری میں تحریری مواد کو سامنے رکھتے ہوئے بنیادی وثانوی ماخذات سے معاونت کے اصول کو اپنایا گیا ہے جس میں کتب، رسائل، تحقیقی مجلات و مقالات اور مضامین شامل ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

سابقہ مواد کا جائزہ

کسی بھی تاریخی وادبی تحقیقی کام کا ایک اہم ترین جزو سابقہ مواد کا جائزہ ہوتا ہے جو کسی بھی تحقیق کیلئے اس لیئے بھی ضروری ہے کہ اس کے ذریعے تحقیقی خلا کی نشاندہی ممکن ہونے کے ساتھ سابقہ کام کی نوعیت کا علم ہوتا ہے۔اس مضمون کی تیاری میں کچھ اہم ماخذات کو جانچا گیا جو یہاں کی تاریخ نگاری، ادب بشمول شاعری ونثر کی اجمالی نشاندہی کا ذریعہ ہیں سے معاونت لی گئی ہے۔ان میں تواریخ ضلع ڈیرہ غازیخان، گلبہار، تاریخ ڈیرہ غازیخان، میراوسیب، لوک رس، تاریخ تونسہ، تاریخ راجن پور، وسیبی سخن ور، سیر دیہات، دیرہ پھلاں دا سہرہ، دیرہ ترقی وسیاست، مشائخ دیرہ غازیخان، ڈیرہ غازیخان کے تہذیبی خدوخال، تونسہ کا منظرنامہ سمیت کئی اہم تاریخ، تصوف اور شعروادب پر مشتمل کتب شامل ہیں جن سے اس مقالے کی تکمیل کیلئے استفادہ کیا گیا ہے۔

موضوع پر بحث

برصیر میں علاقائی تاریخ نگاری اور علم وادب کا بنیادی رواج برطانوی دور سے شروع ہوا جب انگریز افسر مختلف علاقوں کے حوالے سے لکھنے کے ساتھ مقامی زبانوں میں بھی لکھنے پر توجہ دینے لگے۔دیرہ پھلاں دا سہرا مخلوط معاشرتی امتزاج سے آراستہ اور قومی یکجہتی کی علامت شہر ہے۔چاروں صوبوں کے سنگم پر واقع ڈیرہ غازیخان تاریخی و ثقافتی اعتبار سے پاکستان کا نہایت اہم علاقہ ہے۔زمانہ قدیم میں اس خطے کو اپنے جغرافیائی محل وقوع کے باعث ایک اہم گذرگاہ کی حیثیت حاصل رہی۔جس کے باعث مشرق ومغرب کی تجارت کیلئے یہ ایک مرکزی شاہراہ تھی۔بمبئی، گجرات، شکارپور، سندھ اور ایران وافغانستان کی تجارتی سرگرمیوں کا مرکز اور راستہ یہی خطہ ڈیرہ غازیخان تھا۔وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ڈیرہ غازی خان کی حیثیت مسلمہ رہی۔ڈیرہ جات کے قیام کے وقت یہ جنوبی حصہ تھا اور برطانوی عہد میں ضلع بننے کے بعد یہ پنجاب کا انتہائی جنوبی ضلع تھا یہ پنجاب کے انتہائی جنوب مغرب کے کونے پر واقع تھا۔برطانوی عہد تک اس کے شمال میں ڈیرہ اسماعیل خان اور جنوب میں صوبہ سندھ کی دو سرحدیں یعنی جیکب آباد اور شکارپور واقع تھے اس کے مشرق میں دریائے سندھ آج بھی بہتا ہے۔اس ضلع کی مغربی حد کوہ سلیمان کے سلسلے سے جڑی ہوئی ہے مگر 1982 میں اس کو تقسیم کرکے جنوبی تحصیل راجن پور کو ضلع کا درجہ دیا گیا تو ساتھ ہی اس کو ڈویژنل ہیڈکوارٹر کا درجہ ملا۔سرائیکی خطے کے اہم حصے پر مشتمل یہ ڈویژن نہایت اہم ہے اور ثقافتی اور تاریخی اعتبار سے نہایت ذرخیز ہے۔اگر صرف ضلع ڈیرہ غازیخان کو دیکھا جائے تو یہ بلحاظ جیوگرافیہ بھی اپنی ایک شناخت رکھتا ہے۔ڈیرہ غازی خان بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے ایک مغربی پہاڑی علاقہ اور مشرقی میدانی علاقہ۔مغربی حصہ کوہ سلیمان سے ڈھکا ہوا ہے۔یہ پہاڑ شمال میں زیادہ بلند ہیں اس نمایاں سلسلے کے علاوہ چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے بھی ہیں جو مشرق کے میدانی علاقے اور بڑے پہاڑی سلسلے کے درمیان واقع ہیں

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

اس ضلع کی لمبائی 180 میل اور دریا سے سلسلہ کوہ سلیمان تک اس کی چوڑائی 40 میل ہے اور درمیان میں ضلع کی وسعت شمال سے جنوب تک 20 میل کے لگ بھگ ہے۔ سلسلہ کوہ کی چوڑائی تقریباً 40 میل ہے ضلع کا کل رقبہ 50 ہزار تیس مربع میل ہے۔ ڈیرہ غازی خان سیاسی اعتبار سے برطانوی عہد سے قبل کبھی بھی ہندوستان کے براہ راست مرکزی اختیار میں نہیں رہا۔ اکثر بیشتر نیم آزاد باجگزار ریاست کی حیثیت میں رہا۔ تاریخی اور ثقافتی پس منظر کا مطالعہ پیش کرنے سے پہلے ڈیرہ غازی خان کے تاریخی پس منظر پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ ڈیرہ بنیادی طور پر رہائش کے زمرے میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا نام اس وقت آیا جب میرانی قبیلہ جو کہ بلوچ قبائل میں سے ایک ہے، بلوچستان سے اس علاقے میں آیا اور ان کے رہنما حاجی خان میرانی نے اس علاقے کو اپنا مسکن بنا کر یہاں آباد ہونا شروع کیا۔ اس عرصے کے دوران، دہلی سلطنت بکھر رہی تھی اور ملتان کی ریاست لانگاہ خاندان کے ہاتھ میں تھی، جس کا سربراہ سلطان حسین لنگاہ تھا۔ اس نے یہ علاقہ حاجی خان میرانی کو ان کی خدمات کے اعتراف میں اور شمال مغربی حملوں کو روکنے کے عوض عطا کیا۔ ابتدا میں یہ ایک نیم خود مختار ریاست تھی اور حسین لنگاہ کے ماتحت تھی لیکن حاجی خان کے بیٹے غازی خان اول نے اسے خود مختار ریاست کا درجہ دیا۔ یہ غازی خان تھا جس کے نام پر اس علاقے کا نام ڈیرہ غازی خان رکھا گیا۔ بنیادی طور پر یہیں سے اس خطے کی تاریخ ، ڈیرہ غازی خان کی ریاست اور حکومت سے شروع ہوتی ہے۔ جنوب میں سیت پور کی نہڑ ریاست بھی میرانی اور لنگاہوں کے لیے مشترکہ خطرہ تھی۔ اس طرح میرانی اور لنگاہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکراؤ سے بچ گئے اور ساتھ ہی حسین لنگاہ کی موت نے میرانی ریاست کے قیام میں ایک اہم موقع فراہم کیا۔ میرانی دور میں ڈیرہ غازی خان دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع تھا اور اسے باغات اور پھولوں کا شہر کہا جاتا تھا۔ یہ ایک سرسبز و شاداب شہر تھا۔ جس کا اظہار مشہور مورخ اوڈلف کرورنے اپنی کتاب (اے ییئر آن دی بارڈر آف پنجاب اینڈ فرنٹیئر میں کیا۔ میرانی دور میں یہ علاقہ امن و سلامتی کا مرکز تھا اور مشرق و مغرب کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے ہوئے خطے میں تجارت کا مرکز تھا۔ میرانی دور کے حوالے سے بہت سی تاریخی معلومات کے ابتدائی ذرائع غائب ہیں، تاہم ثانوی ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ بلوچوں کا گڑھ بن گیا تھا اور باہمی جنگوں، خاص طور پر نالی کی لڑائی کی وجہ سے بلوچ قبائل ڈیرہ غازی خان میں آباد ہو رہے تھے۔ تاہم بعض تنازعات کی وجہ سے ان کی تحریک یہاں سے آگے جاری رہی۔ البتہ میرانی کی طاقت شروع ہو چکی تھی۔ میرانی دور کے حوالے سے بہت سی تاریخی معلومات کے ابتدائی ذرائع غائب ہیں، تاہم ثانوی ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ بلوچوں کا گڑھ بن گیا تھا اور باہمی جنگوں، خاص طور پر نالی کی لڑائی کی وجہ سے بلوچ قبائل ڈیرہ غازی خان میں آباد ہو رہے تھے۔ تاہم بعض تنازعات کی وجہ سے ان کی نقل مکانی یہاں سے آگے جاری رہی۔ بلوچ حکومت ذاتی اصولوں پر مبنی تھی اور خاندانی اور موروثی اصولوں کے تابع تھی۔ اس حکومت نے آس پاس کے علاقوں کے کمزور قبائل اور حکومتوں کو زیر کر کے اپنی طاقت کو مستحکم کیا۔ یہ بلوچ

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: March 26, 2026

ریاست جدید دور کے خطوط پر استوار نہیں ہو سکی۔ اور شمال سے حملہ آوروں کے خلاف لڑتے ہوئے اسے درانی اور ابدالی کی یلغار کا بھی سامنا تھا۔ 1734 میں نادر شاہ کی آمد نے ایک بڑا دھچکا لگایا۔ پھر غلام شاہ کلہوڑہ کے ہاتھوں آخری میرانی حکمران کی گرفتاری کے بعد جہاں یہ حکومت ختم ہوئی، یہ علاقہ میرانی کی بجائے کابل اور قندھار کی نگرانی میں آگیا۔ جو دوست محمد کے دور تک قائم رہا۔ 1799 میں رنجیت سنگھ کی حکومت کے قیام نے خطرے کی گھنٹی بجادی۔ 1819 کے بعد سکھوں نے تقریباً پورے پنجاب، ملتان اور ڈیرہ غازی خان پر میں ڈیرہ غازیخان کی طرف بڑھا اور عملا 1821 میں قبضہ کر لیا۔ اور اسے بہاولپور کے نواب کو دے دیا، جو 1830 میں واپس لے لیا گیا۔ 1839 میں رنجیت سنگھ کی موت نے سکھ راج کے خاتمے کا اشارہ دیا، اور 1845 کی پہلی اینگلو سکھ جنگ میں سکھوں کی شکست نے ان کی حکمرانی کے زوال کا آغاز کیا۔ دوسری اینگلو سکھ جنگ، جو 1848 میں ملتان کے خونی ٹاورز کے قریب لڑی گئی تھی، نے سکھوں کی شکست کا اعلان کیا۔ انگریزی فوج نے 1849 میں جنرل کورٹ لینڈ کی قیادت میں ڈیرہ غازی خان پر بھی قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے ڈیرہ جات کو دو الگ الگ اضلاع ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان میں تقسیم کر دیا۔ اور ان اضلاع کو لیہ ڈویژن کا حصہ بنا دیا گیا جو 1861 تک رہا۔ یہ ڈیرہ غازی خان کی جدید تاریخ کا آغاز تھا۔ نئے انتظامی ڈھانچے میں راجن پور، تونسہ، جام پور اور ڈیرہ غازی خان کو تحصیلوں کا درجہ دیا گیا۔ اس دوران بلوچ قبائل نے اپنی مزاحمتی سرگرمیوں سے حکومت کو پریشان رکھا۔ حکومت نے تمنداری نظام کے تحت حل تلاش کیا۔ تمنداری نظام 1867 میں مقامی بلوچ قبائل کے سربراہوں کو مراعات، اختیارات اور سہولیات دے کر نافذ کیا گیا اور انہیں مساوی بنا دیا۔ اس کے ذریعے زیادہ تر مزاحمت کو ختم کر دیا گیا۔ سامراجی دور میں مقامی لوگوں کو مقامی حکومتی اداروں میں محدود نمائندگی دی گئی۔ اسی طرح 1930 کے بعد ڈیرہ کو قانون ساز اسمبلی میں نمائندگی دی گئی اور کئی نامور لوگوں نے جدوجہد آزادی کی شمع جلا رکھی تھی جن میں سردار اسلم خان ملغانی کا نام قابل ذکر ہے۔ اسی طرح 1940 کے بعد تحریک آزادی میں ڈیرہ غازی خان کا کردار اہم رہا۔ 1945 کے انتخابات میں ڈیرہ غازی خان سے مسلم لیگ کو پنجاب میں شاندار کامیابی ملی۔ سول نافرمانی کی تحریک نے بھی یہاں کامیابی حاصل کی۔ 14 اگست 1947 کو جب پاکستان آزاد ہوا تو ڈیرہ غازی خان کو ملتان ڈویژن میں شامل کر لیا گیا۔ پھر اسے بہاولپور اور پھر ملتان ڈویژن میں شامل کیا گیا۔ یکم جولائی 1982 کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے ڈیرہ غازی خان کی تقسیم کا اعلان کیا۔ اس کے بعد کوئی خاص انتظامی تبدیلی نہیں آئی۔ 2022 میں اس کی تحصیل تونسہ شریف کو ضلع کا درجہ دینے اعلان ہوا مگر ابھی تک عملدرامد نہیں ہو سکا۔ اگر ثقافتی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ ایک شاندار مرکز ہے جو مختلف ثقافتوں کا امین ہے۔ یہاں کئی نسلی، لسانی اور بین الصوبائی گروپ صدیوں سے باہمی

سرزمین ڈیرہ غازیخان میں باہمی اشتراک کے ساتھ سکونت پذیر ہیں۔ یہ ثقافتی ربط بنیادی طور پر باہمی اتحاد و یگانگت، اخوت، اتحاد کا عملی ثبوت ہیں۔

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

ڈیرہ غازیخان کاادبی منظر نامہ

پاکستان کے چاروں صوبوں کے سنگم پر آباد خطہ ڈیرہ غازیخان اپنی شادابی میں منفرد حیثیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ قدیم ڈیرہ غازیخان سے جدید ڈیرہ غازیخان کا علمی و ادبی منظر نامہ بہت ذرخیز ہے اور نامور صاحبان علم و دانش نے اس کی آبیاری کی۔ کئی نامور شعراء اور ادباء کی کاوشوں کی بدولت علمی وادبی ترقی منازل طے کرتی رہی۔ فارسی، عربی، اردو سرائیکی و بلوچی تاریخ، شاعری و نثری ادب کی شکل میں اس خطے کا حسین زیور نظر آتی ہے۔ نامور صوفی شعراء نے اس کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالا تو روایتی لکھاریوں نے بھی اس کیلیئے اپنا کام جاری رکھا۔ خواجہ فرید رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے لیکر عصر حاضر تک کا علمی وادبی منظر نامہ بیان کرنا آسان نہیں مگر کچھ نام ایسے ہیں جن کے بغیر دبستان ڈیرہ غازیخان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اگر خطہ ڈیرہ غازیخان کی حد کو متعین کیا جائے تو ماضی میں یہ ڈیرہ اسماعیل خان سے لیکر کشمور تک پھیلا ہوا تھا جہاں کئی نامور مورخ، شعرا، ادیب، علماء حضرات موجود تھے۔ صوفیاء کرام میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی، خواجہ نظام الدین تونسوی، خواجہ غلام فرید نے جہاں ادب کو جلا بخشی وہیں علم ادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کے قائم کردہ مدارس تعلیم و تدریس اور تربیت کا مرکز تھے۔ خواجہ فرید کو ہفت زبان شاعر سمجھا جائے بھی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ان کی کتب کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں دیوان فرید، مناقب محبوب، مناقب فرید، مقابیل المجالس جیسا ملفوظاتی ادب نمایاں ہے۔ جو عشق حقیقی کا آئینہ و عکس سے مرصع ہے۔ خواجہ غلام فرید نے سرائیکی زبان کو شکل دی اور اس کو زینت بخشی، اس کے علاوہ انہوں نے فارسی، اردو زبان کی علاقائی تعمیر میں بھی کردار ادا کیا۔ شہر ڈیرہ غازیخان میں بے شمار شعرا نے اپنے کمالات کے جوہر دیکھائے۔ اردو اور سرائیکی شاعری کا حسین امتزاج دیکھنے کو میسر آیا۔ الحاج محمد رمضان طالب جیسے درویش صوفی شاعر نے ادب پر شاندار کام کیا اور اس روایت کو آج بھی ان کی قائم کردہ فرید ادبی سرائیکی سنگت، ارشاد ناصر کی قیادت میں شاندار خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ سرائیکی ادب میں خواجہ فرید کو جہاں مرکزی حیثیت حاصل ہے وہیں اردو میں زیادہ کا قیام پاکستان کے بعد نظر آتا ہے اور بے شمار شعراء اس صف میں سربکف موجود ہیں۔ جن میں مولانا فضل حق، قاضی عبید اللہ، عامل متھراوی، کیف، انصاری، شفقت کاظمی، محسن نقوی، وحید تابش، اقبال شاہد، انجم صہبائی، فیض محمد فیض سکھانی، سلیم فراز، رفیق خاور جسکانی، سعیدہ افضل، سردار اسلم ملغانی، ربنواز خان کھتران، رمضان طالب، نور محمد سائل، عشرت لغاری، اعجاز منصف، مصطفی خادم، عزیز شاہد، اقبال سوکڑی، بشیر غمخوار، لالہ دوست محمد بربط، استاد ہمدم تونسوی، شکیل سکھانی، پروفیسر ظہور فاتح، اے بی عاصم، محبوب جھنگوی، محمود بزدار، ڈاکٹر احمد یار قیصرانی، عاشق بزدار، جاوید احسن، بیباک ڈیروی، شبیر ناز، استاد اعجاز ڈیروی، پروفیسر حماد، ڈاکٹر عباس برمانی، شاہد ماکلی، سلمان پردیسی، احمد خان طارق، سعیدہ افضل، ڈاکٹر صابرہ شاہین، ڈاکٹر راشدہ قاضی، محترمہ بشری قریشی، ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ، شیریں لغاری، مہرونہ لغاری،

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: March 26, 2026

کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مورخین کو دیکھا جائے تو کئی نامور لوگ اس سفر میں معروف ہیں وہ بروس کا تاریخی کام ہو، حکم چند ہو یا ہتورام، غلام قادر بزدار، ملک سراج احمد، احسان چنگوانی، ہاشم شیر خان، غلام علی کرٹنی نیکانی، عبدالقادر احمدانی لغاری، حفیظ اللہ گورمانی، محمد خان ملغانی، منظور بھٹہ، سعد اللہ خان کھتران، اکبر مخمور، حمید اصغر شاہین، اکبر خان ملکانی، دلبر مولائی، مہدی لغاری، واحد بخش بزدار، اپنے اپنے انداز میں حصہ بقدر جثہ علمی و ادبی آبیاری کے پیادے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے کچھ ہندو شعراء کو بھولنا بھی زیادتی ہو گی، اس طرح ناول روتی کیوں ہو اور سچا یاتری کا لکھا جانا بھی ادبی کمالات کا مظہر ہے۔ شعراء اور ادیبوں کے ساتھ صحافت، نقاد بھی اس خطے کے مکین ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح یہ خطہ بھی ادبی کرداروں سے مرصع ومزین تھا۔ اور اس بات کے مصداق کہ علم کسی ایک علاقے کی ملکیت ومیراث نہیں ہے۔ گویا تمنداروں کے اس خطے میں استحصالی نظام اور جبر کے موضوعات ادب کا حصہ بن گئے کیونکہ یہ تمندار سامراج کے نمائندے بن کر عوام کے وسائل غصب کرنے میں سامراج کے دست وبازو بن گئے تو چند شعراء، ادباء اور اہل الرائے آگے آئے جس کے باعث شعور کی ترجمانی میسر آئی۔ مشکل حالات کے باوجود سینکڑوں اہل علم نے تاریخ اور ادب کے چراغ کو جلائے رکھا اور اسے بجھنے نہ دیا۔ دور سامراج میں خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور سردار اسلم خان ملغانی نے حریت پسندانہ عزائم کو جلا بخشی۔ اپنے ناول سیر دیہات کے علاوہ اخبار المعین اور الوکیل میں جابر حکومت اور تمنداروں کے خلاف قلم سے جہاد جاری رکھ کر شعور کی آواز کو بلند کیا۔[1] اسی طرح شعراء نے بھی اپنی شاعری کے ذریعے قوم کی آواز کی ترجمانی کرنے کا بیڑا اٹھایا جو کہ یقیناً ایک جہاد سے کم نہیں تھا۔ انہوں نے سامراج کو نہ صرف للکارا بلکہ جہادی عنصر کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ اسی طرح عصر حاضر میں کئی مجاہد ہیں ان شعراء میں مرحوم اقبال سوکڑی، عشرت لغاری اور اعجاز منصف کی شاعری کسی حد تک سماج میں استحصال کے خلاف ایک آواز ہے۔ دوست محمد بربط تونسوی کی شاعری نے ادب کو جلا بخشی، استاد عطا محمد ہمدم کا کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں، اسی طرح شکیل سکھانی، استاد ظہور احمد فاتح نے ادبی روایت کو شاعری و نثر دونوں کے ذریعہ حیات جاویدانی بخشی۔ فاروق راول کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں جبکہ اللہ وسایا شرر کو شامل نہ کیا جائے تو ڈیرہ غازیخان کی ادبی تاریخ کیسے مکمل ہو گی۔ سرائیکی شاعری میں انہوں نے کمال کر دیا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔[2]

ہر روز تیڈے شہر وچ ہک شخص آتے ول ویندے
بنگلے تے چڑھ ڈھاتاں کر کیویں نہاتے ول ویندے
جئیں وقت آندے ہر کوئی پتھریں دا بھر جھول آویندے
ول ہر کوئی اپنے جھول دے پتھر مکاتے ول ویندے
تھی رتورت گلیاں دے وچ پھردے ودا روتے مگر

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

تیڈے شہر والیں کوں اور رج رج کھلاتے ول ویندے
ہر صبح نال اپنے شودا ہک توّیں حسرت گھن آندے
ہر شام ہوں حسرت دی ول میت کوں چاتے ول ویندے
اکھیں دے وچ پاتے آندے آسیں امیدیں دا کجل
نفرت دے پتھر جھل کرائیں اکھیں سُجاتے ول ویندے
ہر ہک محل دے نال کھڑ تُر تُر کے ڈہدا رہ ویندے
ہر ہک محل دے گیٹ توں وت مار کھاتے ول ویندے
ہر روز زخمی تَن اُتے ہک نواں کِھلکا پا آندے
ول ہوندیاں سارے شہر وچ لیراں کِھنڈاتے ول ویندے
در شن دی جو خیرات لیوں سدھر انداکاسہ چاندے
او ہو وی کہیں مغرور دے ہتھوں بھَناتے ول ویندے
پُچھیں تاں ہالو کیں کنوں کیا نامراد آہدے جیکوں
ہر کوئی حشر کر شہر دے باہروں کھڑاتے ول ویندے
تیڈے ہوندیں تیڈا شرّر تیڈے شہر توں ہر دفعہ
کیوں نامرادی دے شودا گل ہار پاتے ول ویندے

ڈیرہ غازیخان کی ادبی شخصیات میں ایک اہم نام قادر الکلام شاعر کیف انصاری کا ہے ان کا اصل نام خیر محمد تھا اور والد کا نام غلام محمد تھا قلمی نام کیف انصاری سے شہرت حاصل کی۔ 1946ء میں شاعری شروع کی اور خیر محمد سے کیف انصاری بن گئے ابتدائی دور میں سرائیکی شعر کہے، مزاحیہ شاعری بھی کی لیکن کچھ عرصہ بعد خود کو اردو غزل کی لیے وقف کر دیا۔ ڈیرہ غازی خان میں اس دور میں شفقت کاظمی[3]، ندیم جعفری، آغا اعجاز اکرم، رفیق خاور جسکانی اور نور محمد سائل ادبی محافل میں سرگرم تھے۔ کیف انصاری نے بہت کم وقت میں اپنا مقام بنالیا۔ قیام پاکستان کے بعد یوپی کے علاقے متھرا سے عامل متھراوی ہجرت کر کے ڈیرہ غازی خان آئے تو کیف انصاری ان کے شاگرد بن گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیف انصاری کا نام برصغیر کے طول و عرض میں سنائی دینے لگا۔ برصغیر پاک و ہند کے تمام اہم جرائد میں ان کا کلام شائع ہوتا اور ناقدین علم و ادب سے داد پاتا۔ 1965ء میں عبدالرحیم غوری نے ڈیرہ غازی خان سے ہفت روزہ ''غرب'' کا اجراء کیا تو کیف انصاری اس کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ وہ تن تنہا اس اخبار کو تیار کرتے، خبریں لکھتے، اداریہ بھی تحریر کرتے، اخبار کی ترسیل بھی انہی کے ذمے تھی۔ اس اخبار کے ساتھ ان کی

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

وابستگی مرتے دم تک برقرار رہی۔ کیف اپنی ذات میں ایک دبستان تھے ان کو اردو و سرائیکی شاعری پر ملکہ حاصل تھا مگر بہت سارے لوگ ان کی شاعرانہ خدمات سے ناواقف ہیں ان کے کلام میں سے نمونہ کلام کچھ یوں ہے

لاش سورج کی افق سے جب اٹھادی جائے گی
آسمانوں پر صفِ ماتم بچھادی جائے گی
مت کرو پلکوں پہ آکر احتجاج اے آنسوؤ
اور بھی معیادِ قیدِ غم بڑھادی جائے گی

غربت، بیماری، بے روزگاری اور خوبصورت شاعری—کیف انصاری کی یہ عمر بھر کی کمائی تھی۔ وہ ایک بے کیف زندگی گزارنے کے بعد ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے۔ انہی کا ایک شعر جو انہوں نے جانے کس کے لیے کہا ہوگا، رہ رہ کے ہمیں یاد آرہا ہے۔

جاتے ہوئے وہ خود کو یہیں چھوڑ گیا ہے
اس کو تو بچھڑنے کا سلیقہ بھی نہ آیا

اسی طرح بلوچی ادب میں بھی کچھ کام ہوا جس کا سہرا بزدار قبیلہ کے واحد بخش بزدار نے میر گل نصیر خان شخصیت اور فن تالیف کی[4].

شیری لغاری نے اسیر لکھنوی حیات و شاعری لکھ کر ڈیرہ غازی خان کے ادب میں خوبصورت اضافہ کیا ہے۔[5] حسن منظر ادبی خدمات محرونہ لغاری کی تحقیقی کاوش ہے. ڈاکٹر صابرہ شاہین مختیار صدیقی حیات و خدمات,[6] اس کے علاوہ ڈاکٹر صابرہ شاہین کی کتاب شاعری کے اوپر خالی بک بھی اہم ہے, ڈاکٹر قاضی کا بھی ایک اہم مقام ہے اور انہوں نے کئی کتب تالیف کی ہیں جن میں اردو ادب میں خدیجہ مستور کا مقام[7]۔ اس کے علاوہ ان کی کئی دن میں پہلی سی محبت مشہور ہے, اسی طرح رفیعہ سرفراز کا افسانوی مجموعہ پت جھڑ کے خواب, یاسین گرمانی کا جیون روپ , طارق بلوچ کا صحرائی افسانوی مجموعہ دھند کا سویرا بھی ادبی اضافہ ہے۔ فرید ساجد لغاری, معظمہ نقوی, ڈاکٹر محبوب عالم سمیت کئی دانشور پورے لگن کے ساتھ ادبی معرکے میں مصروف عمل ہیں جو یقیناً اس علاقے کی علمی و ادبی فضا کو سہانا بنانے کیلئے نیک شگون ہے۔

دلبر حسین مولائی ڈیرہ غازیخان کی تاریخ و ادب کا ایک بلند پایہ نام ہے جو بیک وقت مورخ محقق، دانشور، ادیب اور شاعر کے درجہ پر متمکن نظر آتا ہے۔ درویش صفت انسان سادگی کا زینہ علمی کھوج میں ہمہ تن منہمک دلبر حسین کا ادبی مقام متعین کرنا آسان کام نہیں وہ ایک ہمہ جہت ادبی سرمایہ ہیں جو خطہ ڈیرہ غازیخان کی علمی آبیاری میں کئی عشروں سے مصروف عمل ہیں۔ ان کا شمار اس خطہ کے گنتی کے ان چند افراد میں ہے جنہوں نے ہمہ قسمی موضوعات کو اپنی علمیت کی بنیاد پر قلمبند

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

کیا۔ جس کی مثال بہت کم ملے گی۔ ان کے ادبی اور تحقیقی کام کو اس تحقیقی مضمون میں تفصیلا بیان کیا گیا ہے۔ دلبر مولائی کا تعلق تحصیل کوٹ چھٹہ سے ہے۔ یہ حاجی زوار شیر محمد کے عمل یک پارچ شک شراء کو چاہ شاہ والا نزد توتک محمد میں پیدا ہوتے۔ پرائمری تک تعلیم گورمنٹ عام توتک پھیر سے حاصل کی۔ اسی بعد گورنمنٹ ہائی 1984 سکول مانہ احمدانی میں زیر تعلیم رہے۔ وہاں سے شر میں زیر تعلیم وار کو ٹھرک پال کی۔ گورنٹ ڈگری کالج ڈیرہ نماز خان (موجودہ نازی یویوریٹی) سے ایف ایس سی پاس کی۔ . بی اے اور ایم اے بہاوالدین زکریا کویوری۔ ملتان سے پاس کیں۔ آپ کو لکھنے پڑھنے کا فطری شوق تھا۔ تاریخ اور دیگر سماجی علوم کا گہرا مطالعہ کیا۔ ادب سے خوب شغف تھا۔ یہ شاعری بھی کرتے ہیں، کالم نگاری بھی اور نثر نگاری بھی کرتے ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے مضامین تحقیقی ہوتے ہیں۔ دلبر حسین مولائی کی کتب نقش کمال (شاعری پر مشتمل کتابچہ 1999ء) وسیبی سخنور (حصہ اول تحقیق 2000ء) دعائے کمیل (سرائیکی ترجمہ اشاعت اول 2004ء) وسیبی سخنور حصہ دوم تحقیق 2004ء) گفتار دلبر (مختصر تاریخی مضامین 2006ء) وسیبی سخنور (حصہ سوم تحقیق 2008ء) لمحہ لمحہ عبرت (اردو سفر نامہ ایران عراق شام 2009ء) یادگار اکرم (سوانح نگاری 2009ء، وسیبی دانشور کوہ سلیمان سوانح نگاری 2013ء توبہ دے مسافر (سرائیکی سفر نامہ سعودی عرب شام ایران عراق 2014ء) تحصیل کوٹ چھٹہ ادب و ثقافت کے آئینے میں تحقیق و تاریخ 2018ء، پرسوز بخاری دی مذہبی شاعری دا دیوا 2018ء، شبیر ناقد سفیر نقد ادب 2020ء، دعائے کمیل سرائیکی ترجمہ مع عربی اشاعت دوم 2020ء، پیام مومن اردو سرائیکی شاعری 2020ء قابل ذکر ہیں۔[8]

آغا شیر علی خاموش بھارت کے شہر لدھیانہ سے ہجرت کر کے پاکستان کے شہر ڈیرہ غازی خان آئے اور پھر وہاں سے ملتان چلے گئے۔ شعر و ادب ہی ان کی زندگی تھی۔ انہوں نے ڈیرہ غازی خان کی علمی و ادبی جلسوں اور محفلوں میں خوب حصہ لیا۔

سردار اسلم خان ملغانی بیسویں صدی میں ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف کے علاقہ سوکڑ میں پیدا ہوئے۔ اسلم خان ملغانی نے انگریز سامراج ہندو ساہوکاروں اور جاگیرداروں کے خلاف قلم کا استعمال کیا۔ آپ نے اپنی پرجوش شاعری کے ذریعے انگریزوں کے وفادار مقامی سرداروں کے ضمیر کو جھنجھوڑا۔[9]

ہم میں جتنے آنریبل اور سر پیدا ہوئے
آدمی ہوئے کم اور خر پیدا ہوئے
واژ گونی مقدر سے بلوچی قوم میں
کاٹ دینے کے جو قابل ہیں وہ سر پیدا ہوئے

OPEN ACCESS
CC BY

بربط تونسوی اردو اور سرائیکی کے معروف پاکستانی شاعر تھے، جن کا اصل نام دوست محمد تھا۔ وہ ضلع ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی شاعری میں درویشی، سادگی اور خلوص کے لیے مشہور تھے۔ انہوں نے غزل اور دیگر اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ بربط تونسوی کا اصل نام دوست محمد خان تھا، ان کے والد فارسی اور اردو کے عالم اور گورنمنٹ ہائی سکول تونسہ شریف میں مدرس تھے۔ بربط تونسوی 1927ء میں پیدا ہوئے۔ بربط تونسوی کو بچپن ہی سے شاعری سے شغف تھا۔ انہوں نے ریڈیو پاکستان ملتان کے لئے خوبصورت گیت لکھے۔ ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''کرب مسلسل'' کے نام سے 1992ء اور دوسرا ''اس بات کو برسوں بیت گئے'' کے نام سے 2013ء میں شائع ہوا۔ بربط تونسوی 30 جنوری 2013ء کو انتقال کر گئے۔

عامل مھتراوی:

عامل مھتراوی ہندوستان کی قدیم ثقافتوں سے جڑی دھرتی متھرا سے ڈیرہ غازی خان آئے۔ آپ کا اصل نام عبدالقدیر تھا۔ عامل تخلص کرتے تھے۔ کوئی بھی آدمی دولت کے لئے لکھتا یا شہرت کے لئے مگر عامل محترادی ان دونوں سے بے نیاز تھے۔ عامل متھراوی کا کلام ''منزل الہام''، ''شور سلاسل'' کے ناموں سے کتابچوں کی صورت سامنے آیا جو کہ آج کل نایاب ہے۔

ادھر تو ان میرے اشکوں کی طغیانی نہیں جاتی
ادھر آفت کی ماری رات طوفانی نہیں جاتی
یہ کہہ کر مئے پلادی زاہد شب خیز کو آخر
کہ اس تھوڑے سے پانی سے مسلمانی نہیں جاتی
ظلم ہوتے ہی رہے عاشق دیگر کے ساتھ
وہ بھی بگڑے رہے بگڑی ہوئی تقدیر کے ساتھ
توڑ دے بجلیاں اے آتش غیرت مجھ پر
ان کی تصویر کھنچے غیر کی تصویر کے ساتھ
رفتہ رفتہ وہ بہت ناداں جواں ہو جائے گا
ہوتے ہوتے میرا ذوق امتحاں ہو جائے گا
کیا خبر تھی گردش تقدیر دیکھا چاہیے
وہ ستمگر بھی شریک آسماں ہو جائے گا

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

عامل متھراوی ایک بزرگ اور استاد شاعر تھے انہوں نے یہاں آکر چمن شعر وادب کی خوب آبیاری کی۔اردو شاعری بالخصوص غزل کو نئے انداز اور اب ولہجہ سے روشناس کرایاان کا زیادہ تر کام روایتی انداز میں ہے لیکن بعض جگہ جدت بھی پائی جاتی ہے۔

رشید قیصرانی:

رشید قیصرانی ۱۳دسمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ قادیان سے ۱۹۴۵ء میں میٹرک کی ایف۔اے ڈگری کالج ڈیرہ غازی خان سے کی۔ایس ای کالج لاہور سے ۱۹۵۰ء میں بی۔اے کیا۔۱۹۵۳ء میں پاک فضائیہ میں ونگ کمانڈر تعینات ہوئے اور ۱۹۷۹ء میں سبکدوش ہوگئے۔اخبار نیوٹائمز کے ایڈیٹر رہے۔انکی ۱۹۶۵ء میں لکھی جانے والی رزمیہ نظمیں بہت مشہور ہوئیں گو کہ شاعری ۱۹۴۶ء سے کر رہے تھے۔میراجی اور فیض سے متاثر تھے۔

تیرے در پر آئے ہیں کچھ لوگ بڑے ارمانوں سے
لسی پانی پوچھ تو لے تو گھر آئے مہمانوں سے

قیصرانی صاحب کہتے ہیں کہ اردو بالا طبقہ کے بچوں کی زبان بنتی جارہی ہے۔

کتنی خوش خوش لگتی تھی وہ پریم پتنگ اڑانے پر
اب بھی پگلی خوش بیٹھی ہے جو کاٹا ہو جانے پر

سلیم فراز:

سلیم فراز ۳فروری ۱۹۴۷ء کو ڈیرہ غازی خان کے استاد شاعر عامل متھراوی کے گھر پیدا ہوئے۔اس طرح شاعری ان کو ورثے میں ملی۔ سلیم فراز نے ابتداء میں اپنے والد سے شاعری میں اصلاح لی پھر بعد میں کیف انصاری کے شاگرد ہوگئے۔ سلیم فراز ترقی پسند تحریک کے نظریات سے بہت متاثر ہے۔شاعری میں ادب برائے زندگی کا داعی ہے۔وہ اپنے کلام میں پرولتاری طبقہ کے مسائل کو اجاگر کرتے ہیں۔ برجستہ کا نام سے شعری مجموعہ ان کی وفات کے بعد چھپ چکا ہے۔

علامہ طالوت نسیم:

علامہ طالوت نسیم کا نام عبدالرشید آرائیں تھا۔یکم فروری ۱۹۰۹ء کو چوٹی زیریں ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔علامہ طالوت نسیم اوٹی (استاذ) تھے۔علامہ طالوت نسیم ڈیرہ نمازی خان سے ملتان میں مقیم ہوگئے تھے۔بلند پایہ شاعر اور بے باک صحافی تھے۔۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء کو انہوں نے ملتان میں وفات پائی۔[10]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

مزاحیہ شاعری کا ایک بند ملاحظہ ہو:

ان کا گھر ہے کہ کوئی ہوٹل ہے
ایک آتا ہے ایک جاتا ہے
آگے بیوی ہے پیچھے ہے شوہر
ہاتھ میں بیگ اور چھاتا ہے

امجد نذیر

امجد نذیر کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ سنگی این جی اوز ایبٹ آباد میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ حالیہ رہائش اسلام آباد میں ہے۔ جاوید احسن سے اشعار کی اصلاح لیتے ہیں اپنی شاعری کے بارے خود لکھتے ہیں: ''یہ نظمیں نہیں ہیں غزل بھی نہیں ہیں فقط مقالے ہیں اور تجزیے ہیں۔''

نقطوں سے کہانی پوری کرو
عنوان آغاز اور انجام بھی لکھو

مظہر نواز گشکوری

مظہر گشکوری کا اصل نام صادق محمد خان گشکوری ہے۔ ایم اے اردو آپ کی تعلیم ہے اور شاعری کے فن کے بارے میں خوب معلومات رکھتے ہیں۔ مظہر گشکوری ہر دور کے یزید پر گہری نظر رکھتے ہیں اور خوبصورت ادبی انداز کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے خلاف علم احتجاج بلند کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

میرے حسین کا مسلک بھی اک زمانہ ہے
جو ارتقائی عمل میں جدید ہوتا ہے
ہر اک دور کا صادق شہید ہوتا ہے
ہر اک دور کا کاذب یزید ہوتا ہے

ذکاءاللہ انجم:

آپ کا اصل نام ذکاء اللہ ہے اور قلمی نام انجم ہے۔ آپ ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف کے علاقے سوکڑ میں ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بلوچ قبیلے کے سپوت ہیں اور مرد حر سردار محمد اسلم خان ملغانی کے پوتے ہیں۔[11] آپ کا شعری مجموعہ خواہشوں کا صحرا ۲۰۰۵ء میں بزم ثقافت ملتان کی طرف سے اشاعت پذیر ہوا۔

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

اور جچتا نہیں ہے اب کوئی
جب سے نظروں میں وہ سمائے ہیں
نیند صیاد کی حرام ہوئی
پنچھی پنجرے میں پھڑ پھڑاتے ہیں
نظر نظر سے ملائیں تو کوئی بات بنے
وہ میرے سامنے نظریں جھکائے رہتے ہیں

راز بلوچ

راز بلوچ کا اصل نام غلام حسین بلوچ ہے جبکہ ادبی نام راز بلوچ ہے۔ یکم مئی ۱۹۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ انتہائی مشکل معاشرتی حالات کا مقابلہ کیا۔ محکمہ پولیس میں ملازم ہو کر خدمت خلق کرنے لگے۔ اردو ادب سے خاص شغف رکھتے ہیں۔ بزم روح ادب کوٹ چھٹہ کے جوائنٹ سیکرٹری رہے۔

پیاسا شہید ہو جاتا ہے حسین
بے اصول یزیدیوں سے پانی نہیں پیتا

نیر رانی شفق:

نیر رانی ۲ مارچ ۱۹۶۷ء کو جنوبی پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئیں۔ آپ صدارتی ایوارڈ یافتہ شاعرہ، افسانہ نگار، ادیبہ، صحافی اور معلمہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان سے حاصل کی جبکہ ایم۔ اے اردو آپ نے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے کیا۔ ''خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لیے ۲۰۱۲ء میں ادبی تنظیم آنچل کے نام سے بنائی اور پھر ایک نئی تنظیم دریچہ ۲۰۱۷ء میں بنائی اور آج کل دریچہ کے زیر اہتمام ادبی تقریبات کا انعقاد کرتی ہوں۔'' نیر رانی شفق کو ان کی ادبی خدمات پر اب تک سرکاری اور غیر سرکاری درجنوں ایوارڈ مل چکے ہیں۔ ان کی ''وطن خوشبو''، ''نیائے وطن''، ''شفق رنگ'' پر صدارتی ایوارڈز سے نوازا گیا ہے ان کا شعری مجموعہ ''شنگرفی شام کے دکھ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

نظم:

بجھتی ہوئی سرد شام
آخری دن کا ڈوبتا سورج
تیری چوکھٹ پہ سجدہ ریز

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

اپنی کرنوں کے خالی کشکول الٹ کر
تھکی ہوئی یخ بستہ نگاہوں سے
میری دنیا کی تاریک راہداریوں میں
گزرے ہوئے پل کی کسی پر افشاں
ساعت کی تلاش میں ہے
مگر تا حد نگاہ پھیلی ہوئی مخلوق
خالق لم یزل سے امید نو کے کاسے پھیلائے
اپنی پلکوں کی منڈیروں پہ شفق رنگ لیے
نئے اجالوں نئے سورج کی طلب گار بنی ہے

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ:

ڈیرہ غازی خان کی سرزمین نے ہمیشہ علم دوست، ادب شناس اور باوقار شخصیات کو جنم دیا ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جہاں کوہِ سلیمان کی عظمت اور سرائیکی ثقافت کی مٹھاس ایک ساتھ بجھی ہوئی ہے۔ انہی دھرتی کی دور درخشاں شخصیات میں ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ جو طب اور شاعری کے میدان میں ایک انمول نام ہیں۔ ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ: شاعری اور شرافت کا روشن استعارہ ہیں۔ ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ ایک ہمہ جہت شخصیت کا نام ہیں۔ وہ ایک کامیاب گائناکالوجسٹ ہیں جن کے ہاتھوں میں اللہ نے شفا رکھی ہے، وہیں ایک حساس شاعرہ بھی ہیں جن کے الفاظ دلوں کو گرما دیتے ہیں ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ دختر جان محمد کھوسہ ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم بھی یہی سے حاصل کی اس کے بعد ۱۹۹۶ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان سے MBBS کا امتحان پاس کیا۔ ۱۱/اپریل ۱۹۹۷ء میں جناب فرید خان کھوسہ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ ڈاکٹر بننے کے بعد نجمہ شاہین کھوسہ نے انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے آبائی شہر کا انتخاب کیا۔ ابتدا میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال ڈیرہ غازی خان میڈیکل آفیسر کے طور پر کام شروع کیا اور اپنا کلینک قائم کیا۔ جو اب ہسپتال کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ جان سرجیکل ہسپتال کا شمار اب ڈیرہ غازی خان کے معتبر طبّی اداروں میں ہوتا ہے۔ "اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود میں نے شاعری کے ساتھ وابستگی برقرار رکھی۔ اب تک میرے پانچ شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔" 2007ء میں ان کا پہلا شعری مجموعہ "پھول سے بچھڑی خوشبو" کے نام سے شائع ہوا جو اپنے منفرد اسلوب اور چونکا دینے والے نام کی وجہ سے اس نے ادبی حلقوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ ان کا دوسرا شعری مجموعہ "میں آنکھیں بند رکھتی ہوں" ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ "اور شام ٹھہر گئی" ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۶ء میں "پھول خوشبو اور تارہ" شائع ہوا۔ اور ان کا پانچواں شعری مجموعہ "میرا صاحب سائیں عشق ہے تو" ۲۰۲۲ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ غزل اور نظم دونوں میں یکساں مہارت رکھتی ہیں انہوں نے سرائیکی علاقے کی عورت کے دکھوں کو قریب سے دیکھا اور انہی دکھوں

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
March 26, 2026

کواپنے شعروں کا موضوع بنایا۔ آج وہ اس خطے کی عورتوں کی آواز بن چکی ہیں۔ ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ اندرون و بیرون ملک کی کانفرنسوں، مشاعروں اور سیمینارز میں اس مخطے کی نمائندگی کرتی ہیں۔

نمونہ کلام:

عشق کو آنکھ میں جلتے دیکھا
پھول کو آگ میں کھلتے دیکھا
عشق کے راز نہ پوچھو صاحب
عشق کو دار پہ چڑھتے دیکھا
عشق کے دام بھی لگ جاتے ہیں
مصر میں اس کو بکتے دیکھا

پروفیسر صابر جروار

پروفیسر صابر جروار کا اصل نام صابر حسین ہے۔ آپ یکم فروری 1979 کو شاہ صدر دین کی مغربی طرف ایک معروف سماجی علاقہ پل شیخانی کی قریبی بستی پکالعلووالا پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بلوچ قبیلہ جروار سے ہے۔ آپ پڑھے لکھے اور انتہائی معزز قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچپن سے آپ کو سائنس کی بجائے آرٹ سے فطری لگاو تھا۔ میٹرک سائنس کے ساتھ پورے سنٹر میں پہلی پوزیشن کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد آپ نے انٹر، گریجویشن اور ماسٹر ڈگری انگریزی زبان وادب میں کی۔ مڈل کلاس سے لکھنا شروع کیا۔ آپ کی ذاتی لائبریری اتنی ضخیم ہے۔ آپ کی سات نصابی کتب نے مقبولیت حاصل کی۔ آپ ایک محنتی، بیدار مغز اور علم وادب کی رسیا شخصیت ہیں۔ گزشتہ تین دہائیوں سے ملک کے معروف قومی اخباروں میں سماجی، علمی اور ادبی کالم لکھتے ہیں۔ آج کل گورنمنٹ گریجویٹ کالج آف کامرس ڈیرہ غازی خان میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اور صدر شعبہ انگریزی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ نثر اور شاعری دونوں میں کمال مہارت ودسترس رکھتے ہیں۔

فیض محمد فیض سکھانی ایک صوفی شاعر تھے 2023 میں انتقال ہوا۔ اگرچہ آپ سکول مدرس تھے علم وادب سے انتہائی شغف تھا نثر اور شاعری پر بے انتہا کام کیا بیس سے زائد قدیم اردو شعراء کے کلام کی حروف تہجی سے تدوین کا کام انتہائی اعلیٰ تھا۔ شاعری میں اردو سرائیکی اور فارسی کلام موجود ہے جس کی تدوین ہو چکی ہے۔ صوفیانہ مزاج کے حامل فیض کی شاعری ادبی اثاثہ ہے۔[12]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 1 (January-March) 2026

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
March 26, 2026

حاصل بحث

مذکورہ بالا مقالے کا بنیادی موضوع سرزمین ڈیرہ غازیخان کا تاریخی، ثقافتی اور ادبی پس منظر تھا۔ اور اس مقالے میں ڈیرہ غازی خان کی تاریخ، تاریخی اہمیت وافادیت کے ساتھ یہاں کی تہذیب وثقافت اور باہمی ربط کو جہاں موضوع بحث بنایا گیا وہیں ادبی ماحول اور منظر نامہ پر بھی بات کی گئی۔ مرکز سے دور افتادہ یہ خطہ لسانی، ثقافتی تنوع کا حامل ہونے کے باوجود شاندار تاریخی وادبی ماحول کا حامل شمار ہوتا ہے جس کی دھرتی نے بیشمار نامور صاحبان علم وادب کے شیدائیوں کو جنم دیا جنھوں نے علمی وادبی آبیاری کی۔ ان نامور لوگوں کی فراخدلی، جذبے وولولے کے باعث یہ خطہ ادبی اعتبار سے زرخیز ٹھہرا جن کے ناموں کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔ ڈیرہ غازی خان کا ادبی منظر نامہ صوفیانہ روایت، لوک ثقافت اور جدید شعور کا حسین امتزاج ہے۔ یہ خطہ سرائیکی ادب کا ایک مضبوط مرکز ہے اور یہاں کے ادیبوں نے نہ صرف مقامی بلکہ قومی سطح پر بھی اپنی پہچان بنائی ہے۔ لوک روایات، رسم ورواج اور دیہی زندگی کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ عام فہم اور دل کو چھو لینے والی زبان کے ذریعے جذبات کا اظہار نمایاں ہے۔ روحانیت، عشقِ حقیقی اور انسان دوستی بنیادی موضوعات ہیں جبکہ جدید دور میں سماجی ناانصافیوں اور محرومیوں پر بھی لکھا گیا ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے اتنا کہنا کافی ہے کہ اس تحقیقی مقالے کے ذریعے ڈیرہ غازیخان کے تاریخی وادبی منظر کو محققین تک پہنچانے کی کاوش سے تحقیق کے نئے دریچے کھلیں گے اور کئی گمشدہ کرداروں کے کئے گئے علمی وادبی وتاریخی وادبی کام کو پرکھنے کا موقع ملے گا۔

[1] Aslam Khan Malghani(2016,) Sair Dehat, Multan
[2] Allah Wasya Sharar, Saraiki-Urdu Shairi, Sharar Saraiki Adbi Bazam, Head Bakaini, M.Garh.
[3] Shafqat Kazmi, Zakham Hasrat(1991), Dera Ghazi Khan
[4] Wahid Bakhsh Buzdar, (2006) Mir Gul Naseer Khan,Shakhsiat Aor Funn, Academy Adbiyat, Islam Abad,
[5] Sheeren Laghari,(1995) Aseer Lakhnavi Hiyat-o-Shairi, Golra Publications, Lahore.
[6] Sabra Shaheen Dervi (2012) Mukhtiar Siddiqi, Hiyat-o-Khidmat, Waqar Publications, Lahore.
[7] Dr.Rashida Qazi(2012) Urdu Afsanvi Adab Mien Khadeeja Mastoor ka Maqam, Idara FaroGh-e-Qomi Zuban, ISB,
[8] Molai, DIlbar(2008), Waseebi Sukhanwar,Hotani Printing Press , Dera Ghazi Khan
[9] Aslam Khan(2016), Sair-e-Dehat,Multan
[10] Hashim Sher(1998) Iqbal Aor Dera Ghazi Khan, Book Ocean Publication Multan.
[11] Aslam Khan, Malghani(2016) Sair-e-Dehat, Atika Printer Bohar Gate Multan.
[12] Irshad Hussain,(2025) Tadween Kalam-e-Faiz Sakhani, GGC, Block.17 Dera Ghazi Khan.

OPEN ACCESS

CC BY